روداد

بابا دھنکا سے یادگار ملاقات

امیر حمزہ

بے نظیر اور نواز شریف کی کمر پر ڈنڈا مارنے والا

نواز شریف کے سیاسی مرشد ضیاء الحق تھے تو بے نظیر کا سیاسی راہنما اس کا والد ذوالفقار علی بھٹو تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے سیاسی مخالف اور جان کے دشمن تھے۔ یوں نواز شریف اور بے نظیر کے سیاسی راستے جدا جدا ہیں۔ یہ دونوں بھی ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ دونوں دو دو بار وزیراعظم بن چکے ہیں۔

ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ عورت ذات جس قدر بھی دلیری اور ذہانت وغیرہ کے دعوے کرے، یہ بہرحال اس کی فطرت میں ہے کہ وہ مرد کے پیچھے پیچھے چلتی ہے، مثال کے طور پر جناب نواز شریف اپنے سیاسی مرشد جنرل ضیاء الحق کی طرح عمرے بہت کرتے ہیں تو بے نظیر نے بھی عمرے شروع کر دیے ہیں۔ محترم نواز شریف بوسنیا کے دورے پر گئے تو محترمہ بھی وہاں جا پہنچی۔ اسی طرح نواز شریف صاحب نے صوبہ سرحد میں ایک ننگے بابے کو اپنا مرشد بنایا تو بے نظیر نے بھی اسی ننگے بابے کو اپنا مرشد بنا لیا۔ اس بابے کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو "سوٹے" مارتا ہے چنانچہ جناب نواز شریف وہاں سے "سوٹا" یعنی لٹھ کھا کر آئے تو ان کے پیچھے بے نظیر بھی وہاں جا پہنچی اور "سوٹی" یعنی لاٹھی کھا آئی۔ پاکستان کی دو بڑی سیاسی شخصیتیں اب جب بابا دھنکا سے لاٹھیاں کھا کر آئیں تو اخبارات میں چرچا ہوا اور یہ بتلایا گیا کہ جناب نواز شریف جو وزیراعظم بنے تھے تو بابا سے لاٹھیاں کھا کر وزیراعظم بنے تھے اور اب بے نظیر بھی لاٹھیاں کھا کر وزیراعظم بن گئی ہے۔

ان خبروں کے بعد دلی خواہش تھی کہ اس بابا کو دیکھوں کہ جس کی لاٹھیاں ملک کے وزرائے اعظموں پر برستی ہیں۔ اب اتفاق کی بات ہے کہ بالاکوٹ کی جامع مسجد اہلحدیث میں میرا خطبہ جمعہ رکھ دیا گیا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے جامع مسجد کے خطیب مولانا محمد صدیق صاحب سے بابا کا ذکر کیا اور پھر ہم "مانسہرہ" میں مولانا مسعود الرحمٰن جانباز کے ہاں ٹھہرے۔ صبح ہوئی تو ہم "بابا دھنکا" کی ملاقات کو چل دیے۔

ہم نے چلتے ہوئے ایک لاٹھی بھی لے لی تھی کیونکہ مجھے وزیراعظم نہ بننا تھا ورنہ میں کیوں لاٹھی کھاتا۔ لاٹھی لے لی کیونکہ ہم لاٹھیوں والے بابا کے پاس جا رہے تھے۔ مولانا مسعود الرحمٰن جانباز گاڑی ڈرائیو کر رہے تھے اور میرے ذہن میں کچھ اس طرح کا منظر بن رہا تھا۔

بابا جس کو ننگا کہا جاتا ہے، سراپا ننگا نہ ہو گا تو نیم برہنہ ضرور ہو گا اور چونکہ ایسے ننگے پاگلوں کو ہمارے ہاں "مجذوب ولی" کہا جاتا ہے۔ ان میں کوئی بازاروں میں گھومتا ہے اور راہ چلتی عورتیں شرم سے ایک طرف ہو جاتی ہیں۔ کوئی اپنی گدی پہ بیٹھا اپنے مریدوں کو گالیاں دیتا ہے اور گالی سن کر مرید سمجھتے ہیں کہ ہماری مراد پوری ہو گئی —— تو یوں یہ بابا لوگوں کو لاٹھیاں مارتا ہے چنانچہ وہاں کے لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہوں گے اور یہ مجذوب بابا لاٹھی ہاتھ میں پکڑ کر لوگوں کو مارتا ہو گا۔ جس کے لگ گئی وہ بامراد ہو جاتا ہو گا۔ مانسہرہ سے دربند والی سڑک سے ہم دائیں طرف چلنے لگے۔ بڑی خوبصورت وادی ہے۔ حسین و جمیل مناظر تھے اور پھر آخرکار ۴۵ کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے ہم ایک قصبے "لساں نواب" جا پہنچے۔ یہاں سے سات کلومیٹر کی مسافت طے کرنا ابھی باقی تھا۔ سڑک کا یہی وہ حصہ ہے کہ جسے پختہ کرنے کی منظوری جناب نواز شریف نے اپنے دور حکومت میں دی تھی اور اب اس پر عمل ان کی "پیر بہن" بے نظیر کروا

رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ سڑک کا یہ دشوار گزار راستہ تین کروڑ روپے کی گرانٹ سے مکمل ہوگا جسے اب بروئے کار لایا جا رہا ہے۔ ہم تین چار کلومیٹر چلے ہوں گے کہ بہت ہی دشوار راستہ آگیا۔ اب مولانا جانباز صاحب کی سوزوکی کار میں ہمت نہ تھی کہ وہ آگے بڑھتی چنانچہ اسے اور شیخ ایوب صاحب کو ہم نے وہیں چھوڑا اور پیدل چل دیے۔ بلڈوزر پہاڑ کاٹنے اور راستہ بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ خیر ہم نے یہ راستہ طے کیا اور پھر ایک پہاڑی پر چڑھے۔ اس کی چوٹی پر ہیلی کاپٹر اتارنے کے لیے "ہیلی پیڈ" بنا ہوا تھا۔ یہی وہ "ہیلی پیڈ" ہے جہاں پیر بھائی بن اپنے مرشد سے لاٹھیاں کھانے کے لیے ہیلی کاپٹر سے اترتے ہیں۔ ہم بھی اس وقت اس "ہیلی پیڈ" پر اترنے کے بجائے چڑھ آئے۔ ہیلی پیڈ کے سامنے مسجد تھی اور مسجد کے ساتھ دربار کا دروازہ تھا۔ دروازے پر لکھا تھا۔ "رحمت اللہ دیوانہ بابا"

اس دروازے سے ہم اندر داخل ہوئے تو سامنے ایک چھوٹا سا میدان تھا جس کے دائیں جانب دیوار پر لکھا ہوا تھا "ننگا بابا" اور بائیں جانب یہی بابا گدی نشین تھا۔

ہم بھی لاٹھی لے کر بابا کے سامنے آگئے

ہمارے ذہن میں مجذوب بابا کا جو روایتی تصور تھا بابا اس کے برعکس تھا۔ وہ ایک لمبا سا کرتا پہنے اپنی گدی پہ بیٹھا تھا' جو زمین سے تقریباً تین فٹ بلند تھی۔ گدی پر چھپر بھی پڑا تھا اور بابا ہاتھ میں لاٹھی تھامے پاؤں پہ وزن ڈال کر بیٹھا ہوا تھا۔ مرید آگے بڑھ رہے تھے اور بابا ان کی کمر پر آہستہ آہستہ دو لاٹھیاں مار دیتا اور سینے پر دو کچوکے لگا دیتا۔ ہم کھڑے یہ منظر دیکھنے لگے اور پھر بابا کے ملنگوں نے ہمیں کہا کہ آپ بھی آگے آئیے۔ ہم دائیں سمت سے آگے بڑھے مگر ملنگوں نے کہا کہ سامنے سے آئیے۔ اب ہم دونوں ساتھی سامنے سے آگے بڑھے بابا نے اوپر سے لاٹھی بلند کی اور ادھر ہم نے پیچھے سے اپنی لاٹھی آگے کر کے بابا کو باور کرا دیا کہ لاٹھی ہمارے پاس بھی ہے اور ساتھ ہی میں نے اسے منع کر دیا کہ لاٹھی نہیں مارنی۔ مصافحہ کرو ـــــ مولانا مسعود الرحمٰن جانباز نے ہاتھ آگے کیا مگر بابا نے اپنا ہاتھ آگے نہیں بڑھایا۔ تب میں نے اپنا ہاتھ آگے کیا اور بابا سے کہا: "مصافحہ کرنا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے لہٰذا آپ مصافحہ کریں۔" اس پر وہ کہنے لگا: "یہ لاٹھی علی رضی اللہ عنہ کا مصافحہ ہے جو مجھے ملی ہے۔" تب میں نے کہا: "علی رضی اللہ عنہ کے مصافحے کا طریق کار بھی وہی تھا جو اللہ کے رسولؐ کا تھا اور وہ ہاتھ سے تھا نہ کہ لاٹھی سے۔" میری اس گفتگو سے بابا گھبرا گیا۔ بابا کو اب کوئی بات نہ آئی تو وہ غصے سے (صوفیوں کی زبان میں جلال سے) بڑبڑانے لگا۔ تب ملنگوں نے ہمیں کہا کہ ادھر آ جائیں' اب ہم ملنگوں کی طرف ہو گئے۔ انہوں نے ہمیں بابا کی نیاز "کھانے" دیے مگر مولانا جانباز نے یہ کہہ کر ان کی پیشکش رد کر دی کہ ہم ناشتہ کر کے آئے ہیں۔

بابا کی گدی کے ساتھ ایک کمرہ تھا جو مجھے "وی آئی پی روم" ہی دکھلائی دیتا تھا۔ وہاں ایک ملنگ بیٹھا تھا۔ میں نے سوچا کہ چلو اب اس ملنگ سے ملتے ہیں۔ میں نے اپنے قدم اس کی طرف اٹھائے تو باقی ملنگوں نے ہمیں پوچھا کہ کام کیا ہے؟ میں نے کہا کہ کمرے میں بیٹھے حضرت سے ملنا ہے تو وہ کہنے لگے آپ یہاں بیٹھیں۔ وہاں نہیں جا سکتے۔ تب میں نے بھی دھنکا بابا کے پہلو میں زمین پر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ ملنگ جو اندر بیٹھا تھا ہمارے پاس آگیا مگر اب "دھنکا بابا" نے مخصوص انداز میں کہنا شروع کر دیا۔

"وہابی حضرات ـــــ وہابی حضرات"

اور پھر سب لوگ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہماری طرف دیکھنے لگے۔ اس سے ہمیں اندازہ ہو گیا کہ بابا وہ مجذوب ولی نہیں ہے جو سڑکوں پہ نظر آتے ہیں بلکہ یہ سب کچھ سمجھتا ہے اور اچھا خاصا چالاک انسان ہے۔ موجودہ دور کا چلن یہی ہے کہ جس کو بھی قرآن و حدیث کی دلیل دی جاتی ہے' فوراً وہابی وہابی کہنا شروع کر دیتا ہے۔ یہی وار بابا نے کر دیا ہے جس کی عمر ساٹھ سال کے قریب ہوگی اور اچھی صحت رکھنے والا انسان ہے۔

خیر اب ہم یہاں سے چل دیے سو واپس ہیلی پیڈ پر بڑی آزادی سے گھومنے لگے۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو ملنگ حضرات چھتوں پر چڑھ کر ہمیں دیکھ رہے تھے۔ ان کے لیے یقیناً یہ بڑا تعجب انگیز منظر تھا کہ آج تک اس دور دراز علاقے میں کوئی ایسا انسان نہ آیا تھا کہ جو نہ صرف لاٹھیاں کھانے سے انکار کر دے بلکہ حضرت صاحب سے گفتگو کر کے اسے لاجواب کر دے۔ یہ تو وہ گدی ہے جہاں نواز شریف اور بے نظیر لاٹھی کھا گئے اور اب ہمارے وہاں جانے سے ہفتہ پہلے غلام مصطفیٰ جتوئی بھی لاٹھیاں کھا گئے تھے۔ اس امید پر کہ شاید وہ بھی دوسری بار وزیر اعظم بن جائیں۔ وزرا حضرت کی یہاں لائن لگ گئی تھی اور سب آ رہے

تھے۔ بابا دھنکا سے لاٹھیاں کھانے کے لیے ——

مگر ہم تھے کہ یہاں آکر بابا کو درس دے گئے تھے۔ یہی بات ان کے لئے پریشانی کا موجب تھی اور شاید وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ نہ جانے یہ کتنے بڑے لوگ ہیں جو اس قدر دلیری کر گئے ہیں۔ مگر انہیں کیا معلوم کہ یہ تو مسکین لوگ ہیں۔ رب کے غلام اور بندے ہیں جو جھوٹے خداؤں کی دھوکہ بازیوں سے لوگوں کو آگاہ کرتے پھر رہے ہیں۔ ان کے پس پشت اگر کوئی قوت ہے تو وہ صرف اور صرف ان کے رب کی ہے جو ساری کائنات کا خالق اور قادر مطلق ہے۔ اسی رب نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا تھا جو ہمیں دور سے دیکھ رہے تھے اور ہمارے سامنے اف تک نہ کر سکے تھے۔ اور ان کا بابا جو لوگوں کو وزارتیں بانٹتا ہے' اس بے چارے کو یہ تک نہ پتہ چل سکا کہ جن پہ میں لاٹھی اٹھا رہا ہوں یہ کون ہیں؟ اور یہ کہ میرے مقابلے میں وہ بھی لاٹھی لائے ہیں۔ پھر وہ نہ ہماری باتوں کا جواب دے سکا اور نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکا۔ بس بڑبڑاتا رہ گیا غصے میں کباب ہو کر وہابی کہتا رہ گیا مگر ہمارا بال بھی بیکا نہ کر سکا۔ لاٹھی نہ مار سکا۔ غرض اس وقت ہماری عملی کیفیت ان لوگوں کے لئے جو بابا سے نفع و نقصان کی امیدیں وابستہ کر کے لاٹھیاں کھا رہے ہیں قرآن کے الفاظ میں کچھ اس طرح تھی

قل اتعبدون من دون اللہ ما لا یملک لکم ضرا ولا نفعا (مائدہ ۷۶)

کیا تم اللہ کے علاوہ ان لوگوں کی پوجا کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے۔

پردہ اٹھتا ہے

دھنکا کی بستی سے ہم واپس "لساں نواب" آئے۔ "ناگے بابا" کی حقیقت جاننے کے لیے ہم نے یہاں کے لوگوں سے رابطہ شروع کیا۔ معلومات اکٹھی کرنا شروع کیں تو ہماری ملاقات شیخ محمد امین کلاتھ مرچنٹ سے ان کی دکان پر ہوئی۔ حاجی علی نواز جو کہ چمڑے کے سوداگر ہیں انہیں بھی یہاں بلا لیا گیا۔ یہ بزرگ آدمی ہیں۔ انہی دونوں بزرگوں نے "لساں نواب" میں مسجد توحید محمدیہ بنائی ہے۔ یہ ہیں تو دیوبندی مگر لوگ انہیں وہابی کہتے ہیں۔ ہم نے جب ان کے سامنے اپنا مقصد بیان کیا' "بابا دھنکا" سے اپنی ملاقات کے بارے میں آگاہ کیا اور مولانا جانباز صاحب نے انہیں بتلایا کہ یہ "مجلہ الدعوۃ" کے ایڈیٹر ہیں۔ انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا

شیخ محمد امین کہنے لگا۔ یہاں تو نواز شریف اور بے نظیر کے آنے کے بعد "بابا دھنکا" کی پوجا بہت بڑھ گئی ہے۔ ہم تو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے جا رہے تھے کہ یہ فتنہ کس قدر بڑھ گیا ہے اور شہرت پا گیا ہے ہماری تو خواہش تھی کہ کوئی اللہ کا بندہ آئے جو اس فتنے کی اصلیت سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ ہمیں معلوم ہو رہا ہے کہ ہماری اس خواہش کو اللہ نے پورا کر دیا ہے چنانچہ آپ کو دیکھ کر ہمیں بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ اس کے بعد ان دونوں بزرگوں نے جو معلومات دیں' وہ اس طرح ہیں۔

"بستی دھنکا کے قریب ایک بستی ہے جس کا نام "جسکراں" ہے۔ یہ ناگا بابا وہیں کا رہنے والا ہے۔ جسکراں میں ایک بابا ہوا کرتا تھا جو دیوانہ سا تھا' لوگ اس کی پوجا کرتے اور اتفاق سے جس محلے میں وہ رہتا تھا یہ رحمت اللہ بھی اسی محلے اور اسی گلی کا رہنے والا تھا۔ ۱۹۵۲ء میں یہ بابا فوت ہو گیا۔ اب اس کا مزار بن چکا ہے اور حال ہی میں نواز شریف کے داماد کیپٹن صفدر نے جو کہ مانسہرہ کا رہنے والا ہے' اس کے گنبد کی تعمیر کے لیے ایک لاکھ روپیہ دیا ہے۔

رحمت اللہ جو اب دھنکا اور دیوانہ بابا بن چکا ہے۔ تب یہ جوان تھا اور جسکراں کا ایک غریب آدمی تھا۔ مزید برآں اس پر

تنگ دستی ایسی طاری ہوئی کہ اس کے پاس جو زمین تھی وہ بھی "رہن" کی نذر ہو گئی اور پھر یہ تنگ آکر محنت، مزدوری کرنے کراچی چلا گیا۔ وہاں کارخانوں اور فیکٹریوں میں کام کرتا رہا۔ اس دوران یہ بیمار ہو گیا جس کی وجہ سے اس کی بیوی سے بھی علیحدگی ہو گئی۔ تب اس کے پاس اس کا ایک ہی لڑکا تھا جس کا نام عبدالستار ہے۔

ان حالات کا اس پر یہ اثر ہوا کہ یہ چپ چپ رہنے لگ گیا اور پھر یہ "جسگراں" سے اٹھا اور "دھنکا" میں آگیا۔ یہاں رحمت اللہ ولد منڈ علی عرف منڈا پیر بن بیٹھا۔ مرید بننے شروع ہو گئے۔ نذریں نیازیں اور چڑھاوے چڑھنے لگے اور پھر اس کے دن یوں پھرے کہ گروی رکھی ہوئی زمینیں ہی واپس نہ آئیں بلکہ اور خرید لی گئیں۔ خستہ مکانوں کی جگہ اچھے خاصے مکان بن گئے اور مانسہرہ کے بہترین اور مہنگے علاقے میں اس کے بیٹے عبدالستار اور بھائی سمندر خان کی کوٹھیاں بن گئیں۔ کاروں کے یہ مالک بن گئے ——— اور اب جب سے نواز شریف، بے نظیر اور دیگر بڑے بڑے لوگ اس کے مرید بنے ہیں تو اب تو اللہ ہی جانتا ہے کہ دولت و ثروت کی کیا صورت حال ہے۔

نواز شریف، دھنکا بابا کے مرید کس طرح ہوئے؟

میں نے ان دونوں بزرگوں سے پوچھا کہ نواز شریف لاہور سے اٹھ کر اس دور دراز بستی کے ایک گمنام بابا کے پاس کیسے پہنچے؟ کیا مانسہرہ میں جو انہوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ کیا تو یہ رشتہ دار اس کا سبب بنے ہیں؟

جواب یہ ملا کہ رشتہ دار بھی مرید تو ہیں مگر نواز شریف کے یہاں پہنچنے کا سبب اور ہے۔ ہوا اس طرح کہ "جموکاں گراں" کی بستی جو ہمارے "لساں نواب" سے چھ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں کی ایک لڑکی کی شادی جمالی خاندان میں ہوئی جو کراچی میں رہتا ہے۔ اس لڑکی نے جمالی خاندان میں "دھنکا بابا" کا تعارف کرایا کہ ہمارے علاقے میں ایک بزرگ رہتا ہے جو بڑا کرنی والا ہے وغیرہ وغیرہ ——— اور پھر یہ شہرت سن کر ظفراللہ جمالی کی والدہ یہاں آئیں اور پھر جمالی صاحب خود یہاں آئے۔ اتفاق سے ان دنوں بلوچستان میں ان کو کوئی سیاسی مہم درپیش تھی جو پوری ہو گئی چنانچہ ان کا یقین پختہ ہو گیا اور انہوں نے اس کا تذکرہ نواز شریف سے کر دیا۔ تب جونیجو لیگ نہ ہوا کرتی تھی اور جمالی صاحب نواز شریف صاحب کے ساتھی ہوا کرتے تھے

چنانچہ نواز شریف صاحب یہاں آگئے پھر ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بے نظیر آئی اور پھر تو لائنیں ہی لگ گئیں۔

بابا کے بارے میں لوگوں کے عقائد

بابا کے بارے میں لوگوں میں پھیلے ہوئے کئی طرح کے عقائد ہیں اور کسی بھی گدی کی کامیابی کے لیے یہ بڑا ضروری ہے کہ سینہ بہ سینہ مختلف کراماتیں اور مافوق الفطرت عادتیں پھیلادی جائیں تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ مرید بنیں اور نذر و نیاز دیں اور جب کسی پڑھے لکھے آدمی سے ملاقات ہو، وہ اعتراض کرے تو بڑی آسانی سے کہہ دیا جائے کہ جی! یہ تو عوام کی باتیں

> پیر بھائی "بن" کے حکم
> پر ان کے مرشد کے لیے
> ۳ کروڑ کی لاگت سے خصوصی
> سڑک تعمیر ہو رہی ہے۔

ہیں۔ حضرت تو ایسا نہیں کہتے۔

غرض حضرت کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ سالہا سال سے ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ دن رات ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب نہ وہ سوتے ہیں اور نہ کھاتے پیتے ہیں نہ قضائے حاجت کرتے ہیں اور جو کبھی کسی مائع چیز کا پیالہ پیتے ہیں تو تھوڑی دیر بعد قے کر دیتے ہیں۔

قارئین کرام! جہاں تک نہ سونے کا تعلق ہے یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا وصف ہے۔

لاتاخذہ سنۃ ولا نوم

اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند

جبکہ اللہ کے رسول ﷺ بھی سوتے تھے حتیٰ کہ ایک جہادی سفر میں آپ ﷺ نے رات کے وقت ایک جگہ قیام کیا۔ پہرے پر حضرت بلال ؓ کو متعین کیا

اور کہا کہ صبح ہمیں اذان دے کر جگانا مگر ان کی بھی آنکھ لگ گئی اور سورج کی تمازت نے اللہ کے رسولؐ کو جگایا اور حضرت بلالؓ سے جب اللہ کے رسولؐ نے پوچھا کہ جگایا کیوں نہیں تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ جس نیند نے آپؐ پر غلبہ پالیا اسی نے مجھے مغلوب کر لیا۔

اسی طرح جو کھانے پینے کا معاملہ ہے تو عیسائیوں نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر یہ عقیدہ بنا لیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ میں اللہ ہے تو اللہ نے ان کی اس بات کا جواب دو لفظوں میں یوں دیا۔

کانا یاکلان الطعام (المائدہ ۷۵)

وہ دونوں کھانا کھاتے تھے

یعنی یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک انسان کھانا نہ کھائے اور جو کھانا کھائے گا۔ وہ مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہو سکتا اور یہ کہ جو بھی کھانا کھائے گا' وہ حاجت بھی ضرور کرے گا۔۔۔

لوگو! جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ وضاحتیں کرکے لوگوں کی غلط فہمیاں دور کر رہے ہیں تو یہ بابا بے چارہ کیا شئے ہے۔۔۔ یہ تو فراڈی ہے اور اس کے فراڈوں کو اس کے علاقہ کے لوگ جانتے ہیں البتہ اس کی یہ جو کرامت ہے کہ وہ نامرد ہو چکا ہے' ہمارے خیال میں یہ مفید ہے کہ اس کا کم از کم اتنا تو فائدہ ہوگا کہ جو دیگر پیروں کے بارے میں اخبارات میں پڑھنے کو ملتا ہے کہ فلاں جعلی پیر۔ فلاں مرید کے گھر سے مریدنی کو لے اڑا۔۔۔ اور فلاں دربار پر یہ کچھ ہوتا ہے تو شاید اس گدی پر اس نامردانہ کرامت کی وجہ سے بچت اور تحفظ ہو جائے۔۔۔ وگرنہ صورت حال تو یہاں بھی کچھ اس طرح ہے کہ

دور دور سے مرید اور مریدنیاں یہاں آتے ہیں۔ رات یہاں ٹھہرتے ہیں اور صبح کو دعا کروائی جاتی ہے جو یہ حضرت کرواتے ہیں۔ پھر لوگ یہاں سے پیدل یا سواری میسر آئے تو ۔۔۔۔لساں نواب آتے ہیں اور یہاں سے پھر اپنی منزل کو روانہ ہوتے ہیں۔ ان کے مریدوں اور مریدنیوں میں ۔۔۔۔ پنجاب کے لوگ بھی دیکھے' سرحد کے پٹھان بھی دیکھے اور دارالحکومت سے آئے ہوئے عقیدت مند بھی ۔۔۔۔ اور واپس مانسرہ آکر مانسرہ کے بہترین علاقے ڈب ii میں پکھوال روڈ پر دو کوٹھیاں بھی دیکھیں کہ ایک پر دھنکا بابا کے بھائی سمندر خان کا نام لکھا ہوا تھا اور نیچے جسکراں شریف لکھا ہوا تھے۔ جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ بابا دھنکا کس طرح دولت جمع کر رہا ہے۔

ضعیف الاعتقادی کے ان اڈوں کو ختم ہونا چاہئے۔ ہماری یہ بات تو کوئی ماننے سے رہا الا یہ کہ اللہ کسی حکمران کو یہ توفیق دے دے جبکہ حکمرانوں کے عقیدے کے مطابق ہم ایک مشورہ دے سکتے ہیں۔ ہمارے اس مشورے کا تعلق ایک "اصطلاح" سے ہے جسے "پیر بھائی" کہا جاتا ہے یعنی ایک پیر کے مرید آپس میں پیر بھائی کہلواتے ہیں۔ اب "دھنکا بابا" کے مرید نواز شریف بھی ہیں اور ان کے بعد اسی پیر کے پاس لاٹھیاں کھا کر بے نظیر بھی نواز شریف کی پیر بہن بن گئی ہے ۔۔۔۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پیر ایک ہے جبکہ سیاست کیوں جدا جدا ہے؟ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ سیاست یونہی "پھڈے بازی" کا شکار رہے گی جب تک کہ یہ دونوں بھائی بہن سچے پیر بھائی بہن نہ بن جائیں اور سچے بننے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں خلوص دل سے اپنے اس پیر کو اسلام آباد لے آئیں۔ یہاں اسے اس کا نام "ننگا بابا" کے مطابق باسی بنا کر وزارت عظمیٰ کی کرسی پر بٹھائیں۔ پھر ساری دنیا کے حکمرانوں کو پاکستان کے دورے کروائیں۔ یہ امریکہ کا صدر کلنٹن آ رہا ہے۔ اسلام آباد کے پرائم منسٹر ہاؤس میں ننگا بابا کو دیکھ کر وہ سمجھے گا کہ پاکستان ہم سے ترقی یافتہ ہے اور جب اسے دو "ٹانگوں" کا پروٹوکول ملے گا تو پاکستان سپر پاور بن جائے گا اور امریکہ اس کی نو آبادی میں تبدیل ہو جائے گا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مریدوں کو وزرائے اعظم بنانے کا تجربہ کامیاب نہیں ہو پا رہا ۔۔۔۔ پیر پگاڑو نے اپنے مرید جونیجو کو وزیر اعظم بنوایا تو کامیاب نہیں رہا۔ اب دھکے بابے کے دونوں [illegible] بھی کامیاب نہیں ہو پا رہے۔ مریدوں کو چاہیے کہ پیر صاحب کے

مقام کا خیال کریں اور میرٹ کے لحاظ سے نمبر بابا دھنکا کا ہی ہے لہٰذا نواز شریف اور بے نظیر پیر بھائی بہن کو اپنے پیر کا خیال کرنا چاہیے اور اب یہ کام کر دینا چاہیے اور اگر بوجوہ وہ اس پر آمادہ نہ ہوں ـــــ تو پھر کم از کم ہمارا مشورہ یہ ہے کہ تین کروڑ روپے کی رقم ضائع نہ کریں۔ لوگوں کو بھی مصیبت میں نہ ڈالیں کہ وہ ان کی تقلید میں دور دراز سے یہاں آتے ہیں۔

آخری مشورہ

محترم میاں صاحب ـــــ مندرجہ بالا جو مشورہ ہم نے دیا' حقائق کی دنیا میں عقل و خرد کے ترازو میں یہ کس قدر غیر منصفانہ' بودا اور فضول ہے ـــــ یقین جانئے! دین کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر اہم اور پر حقیت ہے۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ جس کام کو ہم دنیا کے معاملے میں فضول سمجھتے ہیں دین کے معاملے میں اسے درست خیال کرتے ہیں۔ اس کا تو صاف صاف مطلب یہ ہے کہ دین کے معاملے میں ہم سنجیدہ ہی نہیں۔ کیا کعبے میں جانے کے بعد لبیک اللھم لبیک لاشریک لک کہنے کے بعد بھلا ان دروازوں پہ جا کر ڈنڈے کھانے کو دل چاہتا ہے؟

آخر وہ دل کیا ہے؟ کس کا بنا ہوا ہے؟ کس کے پیچھے چلتا ہے؟ کس قدر غیر حساس ہے جو یہاں کھینچ لاتا ہے؟ ـــــ

حجر اسود کو چومنے کے بعد بھلا کسی پتھر کو چومنے کی کسر رہ جاتی ہے؟ سیاست کے لیے اسلام کو قربان نہ کیجئے۔ دنیا کے لیے اپنی آخرت کو ذبح مت کیجئے۔ اقتدار کے لیے عقیدہ توحید پہ چھری مت چلایئے۔ پیروں اور گدیوں کے حوالے سے تعلق مت بنایئے۔ بلکہ

کعبے کے حوالے سے۔ توحید کے عقیدے کی اساس پر۔ اللہ سے محبت کرنے والوں سے محبت کیجئے! اس لئے کہ قیامت کے روز سب محبتیں دم توڑ جائیں گی۔ اللہ فرماتے ہیں

'الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین........ (الزخرف - ۶۷ - ۷۳)

اس روز سوائے پرہیز گاروں کے سب دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمزدہ ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرمانبردار تھے (ان سے کہا جائے گا) تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارا خیر مقدم ہوگا۔ ان پر سونے کی رکابیوں اور جام کا دور چلے گا۔ اس جنت میں ان کو وہ سب کچھ ملے گا جس کو ان کا دل چاہے اور آنکھیں لذت اٹھائیں (اور ان سے یہ بھی کہا جائے گا کہ) تم اس میں ہمیشہ رہو اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنا دیئے گئے ہو اپنے اعمال کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔

اور یاد رکھیئے! شرک ایک مکروہ عمل ہے کہ اس کے ارتکاب سے جنت کا داخلہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو اس ظلم عظیم سے بچائے اور توحید کی نعمت سے نواز کر جنت کا وارث بنائے (آمین)

بہ شکریہ' الدعوۃ لاہور

بقیہ از صفحہ ۲۶

عمل سے نئی باہمی تقسیمیں یہ سب عذاب اسی انصاف پسندی حقیقت پسندی اور حقیقت بینی کے فقدان کا ہے۔ اس عذاب سے امت کے نکلنے کی کوئی صورت اسکے بغیر نہیں ہے کہ جہاں جہاں سے اس فساد کی ابتداء ہوتی نظر آتی ہے، وہاں وہاں سے اصلاح کے کام کی ہمت کی جائے۔

(مقدمہ کتاب "واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر" سے ماخوذ)